

تذکیۃ نفس

نماز اور آفات نماز

(مولانا امین احسن اصلاحی)

خدا سے غفلت کو دور کرنے کا سب سے زیادہ کارگر اور موثر نسخہ نماز ہے۔ یہ نسخہ خود اللہ تعالیٰ کا تیار کیا ہوا ہے۔ اس نے خود فرمایا ہے کہ مجھے یاد رکھنا چاہو تو نماز قائم کرو۔ **الْمَلَلَةُ لِيَ كَرِي**۔ میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

نماز کے شرائط، نماز کے اوقات، نماز کی صورت و ہیئت، نماز کی دعائیں، غرض اس کی یہ ایک چیز انسان کو بہار کرے والی اور بھینٹنے والی ہے۔ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص نماز کا اس کے تمام شرائط و آداب کے ساتھ اہتمام کرے اور اس کے دل پر غفلت کا میل کچل جاتی رہ سکے۔ نفس انسانی پر اس کا جو اثر پڑتا ہے اور یہ جس طرح آدمی کو پاک اور بیدار رکھتی ہے اس کی حقیقت خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں نہایت عمدہ تشیل کے ذریعہ سے سمجھا دی ہے۔

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بتاؤ، اگر تم میں سے کسی کے دوازدہ پر ایک نہر ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ وضو نہاتا ہو تو کیا ایسے شخص پر میل کچل کا کوئی اثر باقی رہے گا؟ لوگوں نے کہا، نہیں یا رسول اللہ، ایسے شخص پر میل کچل کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے۔ ان کے ذریعہ سے بھی اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو دھوا رہتا ہے۔“ (مشفق علیہ)

ابھی حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک دوسری روایت ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر کے پچھلے حصہ میں تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ ابھی بڑی بات پڑی ہے، سوتے رہو۔ پھر اگر وہ جاگ جاتا ہے اور اللہ کو یاد کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ اور اگر نماز پڑھ ڈالتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ بالکل مشاش بشارت اور چاقی چوبند ہو جاتا ہے۔ ورنہ بالکل پتھر مردہ اور سست رہتا ہے۔
(متفق علیہ)

نماز کے شرائط نماز کی یہ تاثیر کسی ایک ہی چیز کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا، ان تمام چیزوں کو اس تاثیر میں دخل ہے جن سے نماز عبارت ہے اس کے شرائط میں سے پاکی اور وضو ہے۔ ان کے اہتمام سے آدمی تازگی اور نشاط حاصل کرتا ہے۔ طبیعت پر سے کسل کا گرد و غبار دھل جاتا ہے اور آدمی کا عضو عضو خدا کی بندگی میں اس کے ساتھ تعاون کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔

کوئی خاص مانع نہ ہو تو جماعت بھی اس کے شرائط میں سے ہے۔ اس کے اہتمام سے اچھے لوگوں کے ساتھ آدمی کا ربط بڑھتا ہے اور دعا و عبادت میں ان کا تعاون حاصل ہوتا ہے جس سے دعا و عبادت میں برکت ہوتی ہے کیونکہ انفرادی دعا کے مقابل میں جماعت کی دعا خدا کی رحمت کو زیادہ متوجہ کرنے والی ہے۔

نماز کے اوقات | اس کے لیے جو اوقات مقرر ہیں یہ بھی عبادت کے لیے موزوں، قبولیت دعا کے لیے سازگار، بندہ کے ذہن کے لیے سکون بخش، عناصر کائنات کے اوقات تسبیح و تہلیل سے مطابق اور شمس و قمر اور شجر و حجر کے اوقات رکوع و سجود سے ہم آہنگ ہیں۔ فجر، چاشت، ظہر، عصر، مغرب، عشا اور تہجد کے اوقات پر غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ ان میں سے کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہے جو مذکورہ بالا اعتبارات سے خاص اہمیت نہ رکھتا ہو۔

فجر کا وقت فرائع خاطر اور سکون قلب کا خاص وقت ہے، آدمی شب میں آرام کرنے کے بعد

جب اٹھتا ہے تو اس کا دل پوری طرح مطمئن ہوتا ہے، عبادت میں اس کا جی لگتا ہے اور ناز میں وہ جو کچھ پڑھتا یا سنتا ہے پورے حضور قلب کے ساتھ پڑھتا اور سنتا ہے۔ پھر یہ وقت پوری کائنات کے لیے ایک بڑے انقلاب کا وقت ہوتا ہے۔ دنیا ایک نئی کروٹ بدلتی ہے۔ آدمی اگر بیدار دل رکھتا ہو تو وہ ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا دنیا کی ہر چیز اس کو ذکر الہی کی دعوت دے رہی ہے۔ زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور یہ نیا دور خدا کی طرف سے تازہ توفیق اور نئی رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے۔

چاشت کا وقت دنیا کی سرگرمیوں میں داخل ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ یہ وقت تقاضا کرتا ہے کہ آدمی دنیا کے منہگاموں میں داخل ہونے سے پہلے ایک مرتبہ پھر اپنے اس عہد کی تجدید کر لے جو اس نے اپنے رب سے کیا ہے تاکہ کسب معاش کی ناک و دو میں یہ عہد فراموش نہ ہونے پائے۔

ظہر کا وقت بھی اس اعتبار سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس وقت کائنات ایک نیا موڑ مڑتی ہے۔ حرکت کے بعد سکون اور سکون کے بعد ایک نئی حرکت کا آغاز ہوتا ہے۔ زندگی ایک نئے عزم کی محتاج ہوتی ہے اور یہ نیا عزم خدا کی طرف سے تازہ توفیق اور تازہ ہمت کا طلبگار ہوتا ہے۔ آدمی دیدہ بینا رکھتا ہو تو اس وقت ایک اور حقیقت بھی نظر آتی ہے اور وہ بھی آدمی کو رکوع و سجود کی دعوت دیتی ہے۔ وہ یہ کہ اس وقت سورج، جس کو نادانوں نے معبود کا درجہ دے کر مسجود بنایا، خود اپنے خالق کے آگے اپنی مکرخم کرتا ہے اور خود اپنے عمل سے یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ خالق نہیں بلکہ مخلوق اور معبود نہیں بلکہ عابد ہے۔

عصر کا وقت ایک نئی حقیقت کی منادی کرتا ہے۔ وہ یہ کہ ہر عروج کے لیے زوال، ہر جوانی کے لیے بڑھاپا اور ہر مد کے لیے جزر مقتدر ہے۔ کائنات کی کوئی چیز بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ صرف ایک ہی ذات ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اس کے سوا کسی کے لیے بھی بقا نہیں جس طرح دن چمکا، اس کی دوپہر ہوئی اور اب غروب کے کنارے کھڑا ہے،

اسی طرح یہ دنیا بھی پیدا ہوئی، شباب کو پہنچی اور ایک دن خاتمہ کے قریب جا لگے گی۔ عمر کے وقت کی یہ خاموش نذیر بندہ کو اس بات پر اُکساتی ہے کہ وہ آخرت کو یاد کرے اور توبہ و استغفار کے لیے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو۔

مغرب کے وقت زندگی ایک نئے دروازے میں داخل ہوتی ہے۔ یہ دروازہ حیات کے بعد موت اور زندگی کے بعد برزخ کے دروازہ سے مشابہ ہے۔ مہر ف کائنات دن کی نشانی کے بعد رات کی نشانی اور سورج کی تابانی کے بعد چاند کی چاندنی دکھاتا ہے۔ دن کے ہنگامے سرد پڑتے ہیں اور سناروں کی بزم آراستہ ہوتی ہے۔ گرمی، لو اور دن کی شورا شوری کی تنخیاں کم ہوتی ہیں اور دن بھر کا تھکا ہارا انسان رات کی خشک لوریوں میں ایک نئی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ بے حس اور بیدار لوگ ممکن ہے کائنات کے اتنے بڑے الٹ پھیر کو کچھ نہ محسوس کرتے ہوں لیکن جس کہ اندر حس موجود ہوگی وہ اس سے بے خبر کیسے گذر سکتا ہے؟ انسانی عقل کے لیے اس سے زیادہ کشندہ کردینے والا انقلاب اور کیا ہو سکتا ہے؟ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ آدمی اتنی بڑی قدرت و حکمت کا مشاہدہ کرے اور حس قدیر و حکیم نے یہ قدرت و حکمت دکھائی ہے اس سے بالکل بے پروا اور بے نیاز رہ سکے۔ اگر اس کے دل کے اندر زندگی کی کوئی رمق ہے تو وہ اس موقع پر ضرور متنبہ ہوگا اور اپنے اُس خالق و مالک کے آگے اپنا سر نیاز ضرور جھکائے گا جس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اس نے آن کی آن میں پوری دنیا کو شب کی چادر میں چھپا دیا۔

عشاء کا وقت ایک احتساب کا وقت ہے۔ رات کی تاریکی بڑھ کر حرکت و عمل کے آخری آثار کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ آدمی ہر چیز سے کنارہ کش ہو کر سکون اور آرام کا طالب ہوتا ہے تاکہ آسے والی منزل کے سفر کے لیے تازہ دم ہو سکے۔ یہ وقت اس بات کے لیے نہایت موزوں ہوتا ہے کہ آدمی بستر پر جانے سے پہلے ایک مرتبہ اپنے رب کے حضور میں حاضری دے لے۔ ممکن ہے یہ فرصت آخری فرصت رہی ہو اور آج کے صبح کے بعد اس کو جاگنا نصیب نہ ہو۔ تہجد کا وقت راز و نیاز اور سرگوشی و مناجات کا وقت ہے۔ پُر سکون اور سکون بخش ہونے کے

لحاف سے شب و روز کے چومیں گھنٹوں میں کوئی وقت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آسمان سے لیکر زمین تک سکون ہی سکون ہوتا ہے۔ اس وقت سب سو رہے ہوتے ہیں۔ شاید شیطان بھی سو رہا ہوتا ہے۔ صرف وہ رب غفار و کریم جاگتا ہوتا ہے جو کبھی نہیں سوتا۔ یا پھر وہ جاگتا ہے جس نکتہ بیدار ہوتا ہے۔ اٹیٹے اور ستاروں کی چھاؤں میں کھڑے ہو جائیے تو فی الواقع محسوس ہوگا کہ آسمان کے دتچکے کھلے ہوئے ہیں اور سامنے دنیا سے توبہ اور رحمت کی مناوی ہو رہی ہے۔ اس وقت کی کیفیات ایسی واضح ہیں کہ اس کو دنیا دار اور دیندار، زند اور زہد، دونوں ہی جانتے ہیں۔ سونے والے اس کو سونے کے لیے بہترین وقت سمجھتے ہیں اور جاگنے والے اس کو جاگنے کے لیے سب سے بہتر وقت سمجھتے ہیں۔ اور فی الحقیقت ان دونوں کا سمجھنا صحیح ہے جو وقت سونے کے لیے سب سے زیادہ عزیز و محبوب ہو گا وہی جاگنے کے لیے بھی سب سے زیادہ عزیز و محبوب ہو گا قربانی تو عزیز و محبوب ہی کی مقبول ہوتی ہے چنانچہ اس وقت کو اللہ تعالیٰ نے بھی مقربین کی نماز کے لیے خاص کیا ہے۔ جن کے پہلو اس وقت بستر کی لذت کو چھوڑتے ہیں، ان کی التجائیں اور دعائیں سننے کے لیے وہ خود سامنے دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کر دوں، ہے کوئی میری رحمت کا طالب کہ میں اس کو اپنی رحمت کے دامن میں چھپا لوں۔

یہ اوقات ہیں جو نماز کے لیے مقرر ہیں۔ غور کیجیے کہ ان میں سے ایک ایک وقت اپنے لذر کنتی معنویت اور کنتی تاثیر رکھتا ہے۔

نماز کی ہیئت | اب آئیے نماز کی ہیئت و صورت پر ایک نظر ڈالیے۔

نماز کے لیے جب بندہ کھڑا ہوتا ہے تو عجز و نیاز مندی کی تصویر بن کر کھڑا ہوتا ہے۔ ہاتھ باندھے ہوئے، نگاہ نیچی کیے ہوئے، گردن جھکاٹے ہوئے، پاؤں برابر کیے ہوئے، سینہ شمال اور آگے پیچھے سے بالکل بے تعلق، سنجیدگی اور خاموشی کی تصویر، ادب اور وقار کا مجسمہ۔ کبھی اپنے خالق و مالک کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ کبھی اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے۔ کبھی ہاتھ پھیلا کر اس سے دعا اور التجا کرتا ہے۔ غرض عاجزی اور تذلل کی جتنی شکلیں بندہ

اختیار کر سکتا ہے۔ ادب و وقار کے ساتھ ان ساری ہی شکلوں کو اختیار کرتا ہے۔ اس طرح ایک نماز پڑھنے والے کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ صاف گواہی دیتی ہے کہ بندہ اپنے مالک و مولیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ دیکھ نہیں رہا ہے تو یہ یقین تو وہ ضرور رکھتا ہے کہ اس کا مالک مولیٰ اس کو دیکھ رہا ہے یہی نماز ہے جس کو احسان کی نماز کہتے ہیں۔ یہ نماز فقہی نماز سے ایک مختلف مزاج رکھتی ہے۔ تزکیہ نفس کے نقطہ نظر سے معتبر نماز یہی ہے۔ یہ نماز، نماز پڑھنے والے کے باطن کا عکس ہوتی ہے۔ اس نماز میں نمازی کے دل کا خضوع و خشوع جھلکتا ہے۔ اس میں خدا کے آگے بندہ کی صرف کمری نہیں جھکتی ہے بلکہ اس کا دل بھی جھکتا جاتا ہے۔ صرف اس کی پیشانی ہی خاک آلود نہیں ہوتی بلکہ اس کی روح بھی سجدہ ریز ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو شخص نفاق کی نماز پڑھتا ہے اس کی نسل مندی، اس کی جاثیاں، اس کا بدن کو توڑنا مروڑنا انگلیوں کو چٹھانا، سر کو کھلانا، دامن اور گریبان سے کھینا، دائرہ کی بالوں سے شغل کرنا، اور اس طرح کی دوسری حرکتیں صاف گواہی دیتی ہیں کہ اس کا جسم حاضر ہے لیکن اس کا دل غائب ہے۔ یہ آیا نہیں ہے بلکہ لایا گیا ہے۔ اس کا بدن مسجد میں ہے لیکن اس کی روح بازار میں گردش کر رہی ہے۔ اور گود و مسروں کی دیکھا دیکھی یا رسم کی پابندی کی خاطر اپنی گردن پر بھی جھکا دیتا ہے لیکن اس کا دل بدستور اکڑا ہی رہتا ہے۔

نماز کی دعائیں | اب ذرا ایک اجمالی نظر نماز کی دعاؤں پر ڈالیے۔

نماز کا آغاز ابراہیمی دعوے سے ہوتا ہے جس میں بند و سب سے کٹ کر اود بالکل یکسو ہو کر اپنے رب سے جڑنے کے عزم کا اظہار کرتا ہے۔ جس میں وہ اپنی نماز اور اپنی قربانی اور اپنی زندگی اور اپنی موت ہر چیز کو صرف خدا ہی کے لیے مخصوص کرنے کا اقرار کرتا ہے۔ وہ اس خدا کی خدائی میں آسمان و زمین میں سے کسی کی شریک نہ تسلیم نہیں کرتا اور پورے عزم کے ساتھ شرک سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مسلم ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ یہ کلمہ صرف ایک کلمہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس پیدار اعلان حق کی ایک پوری تاریخ ہے جو انہوں نے

اپنی قوم کے سامنے کیا ہے اور ہر قسم کی دشمنیوں اور دوستیوں، ہر قسم کے فوائد و مصالح اور ہر قسم کے خطرات و مصائب سے بالکل بے پروا ہو کر کیا ہے۔ اس اعلان حق کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی بہت بھاری قیمت بھی ادا کرنی پڑی۔ اس میں انھوں نے خدا کے لیے ہر چیز سے جس دستبرداری کا اظہار فرمایا تھا اس کی سچائی ثابت کرنے کے لیے ان کو فی الواقع ہر چیز سے دامن جھاڑ کے اٹھا پٹا اور وہ دامن جھاڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کو محض استعارہ کی زبان میں نہیں بلکہ واقعات کی دنیا میں زندگی اور موت کی بازیاں بھی کھینی پڑیں اور وہ ان بازیوں میں بھی سو فیصدی کامیاب رہے۔

یہ یادگار کلمہ زبان سے ادا کر کے جب بندہ نماز میں داخل ہوتا ہے تو اس کی عظیم معنویت اور اس کی عظیم تاریخ اُس کی روح کو ابراہیمی اخلاص اور ابراہیمی حقیقت سے لبریز کر دیتی ہے۔ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ میں صرف ایک مصلی نہیں ہوں بلکہ ایک صفت شکن مجاہد ہوں۔ وہ اپنے رب کے آگے اس کے ساتھ اپنی وفاداری کا عہد کرتا ہے لیکن یہ صرف وفاداری کا عہد ہی نہیں ہوتا بلکہ دنیا کے ہر باطل سے بغاوت کا اعلان بھی ہوتا ہے اور اس راہ میں سب کچھ قربان دینے کا غیر متزلزل عزم بھی۔

اس دعا کے بعد بندہ خدا کی بڑائی کی گواہی دیتے ہوئے نماز میں داخل ہوتا ہے۔ یہ گواہی وہ ڈرتے اور ہستے ہوئے نہیں دیتا بلکہ دونوں ہاتھ اٹھا کر گواہی دیتا ہے جس سے اس کے غم کا اظہار اور اس کے یقین کا اعلان ہوتا ہے۔

پھر وہ سورہ فاتحہ پڑھتا ہے۔ یہ دعا وہ دعا ہے جس سے بڑھ کر اس آسمان کے نیچے کوئی اور دعا نہیں۔ یہ دعا خود خدا کی سکھائی ہوئی ہے۔ اس میں بندہ جس طریقہ سے اپنے رب سے مانگتا ہے اس سے بہتر طریقہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور جو کچھ مانگتا ہے اس سے بہتر کوئی دوسری چیز مانگنے کی ہو ہی نہیں سکتی۔ خدا نے خود ہی بتا دیا ہے کہ اس سے مانگنے کا طریقہ کیا ہے اور اسی نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اصلی چیز مانگنے کی کیا ہے۔ جب سوال کی تمہید بھی ٹھیک ہو، جو چیز

مانگی گئی ہے وہ بھی مانگنے کی ہو اور تنہا اسی سے مانگنے کی ہو جس سے مانگی جا رہی ہے اور دینے والا بھی تمام کریموں سے بڑھ کر کریم ہو تو پھر اس کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر بھی دی ہے کہ بندہ جب یہ دعا پڑھتا ہے تو رب کریم اس کے ایک ایک لفظ کو کس طرح شرف قبولیت بخشتا ہے۔ ہم اس حدیث کا ترجمہ یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے نماز کی دعا کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اس کا آدھا حصہ میرے لیے ہے اور آدھا میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو کچھ مانگتا ہے وہ پاتا ہے۔ جب بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میرا شکر ادا کیا۔ جب بندہ الرحمن الرحیم کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعریف بیان کی۔ جب وہ مالک یوم الدین کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میری بڑائی بیان کی۔ جب وہ ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ حصہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان مشترک ہے اور میں نے اپنے بندہ کو وہ دیا جو اس نے مانگا۔ پھر جب بندہ اھد تا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خاص میرے بندہ کا حصہ ہے اور میں نے اس کو بخشا جو اس نے مانگا۔ (مسلم)

آدمی نماز میں جب اس دعا کو پڑھتا ہے اور ساتھ ہی یہ خیال کرتا جاتا ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کو وہ مالک الملک کس طرح قبول فرما رہا ہے جس سے یہ دعا کی جا رہی ہے تو اس کی روح و جہ میں آ جاتی ہے۔ یہ خیال اس دعا کے ایک ایک لفظ کو محل و گہر سے زیادہ قیمتی بنا دیتا ہے اور وہ ان کو اونگھتے ہوئے زبان سے نہیں ادا کرتا بلکہ وہ اس جوہری کی طرح ان کو آسمان زمین کے بادشاہ کے سامنے پیش کرتا ہے جس کو اس کے ایک ایک گہر کے بدلے ان کے حقیقی قد و اداں کے ہاتھوں دولت کے خزانے ملنے والے ہوں۔

سورہ فاتحہ کے بعد بندہ قرآن مجید کی کوئی سورہ یا اس کا کوئی حصہ پڑھتا ہے۔ قرآن مجید کا کوئی حصہ بھی پڑھا جائے، یہ اس کتاب کا اعجاز ہے کہ اس کے ہر حصہ میں وہ اصل چیز موجود ہوتی ہے جس کی تعلیم و دعوت کے لیے قرآن اترا ہے۔ خدا کی صحیح تعریف، زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ، آخرت کا بیان، جزا اور سزا کا ذکر اس کے ہر حصہ میں ملے گا۔ اسلوب اور انداز بیان بدلے مجھے ہونگے، کہیں ایک بات قانون کی شکل میں ہوگی کہیں موعظت کی شکل میں، کہیں قصہ کی شکل میں ہوگی کہیں تمثیل کے پیرایہ میں کہیں دھمکی کا انداز ہوگا کہیں پیار اور محبت کا۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کا کوئی حصہ پڑھا یا سنا جائے ذہن آیتوں کے بقدر ہی رہی، اور آدمی کے سامنے نہایت مؤثر اور دل نشین انداز میں اس حقیقت کی یاد دہانی نہ ہو جائے جو اس کی زندگی کے رُخ کو صحیح رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس کے بعد رکوع اور سجدہ کی تسبیحات ہیں۔ ان تسبیحات میں بندہ اپنے رب کا ہر عیب سے پاک ہونا احساس کا سب سے بڑا ہوتا بیان کرتا ہے اور اس پاکی اور بڑائی کا عملی اعتراف و اظہار اس طرح کرتا ہے کہ پہلے اس کے آگے زمین کے قریب تک جھک جاتا ہے اور پھر اپنی پیشانی اور اپنی ناک اس کے سامنے زمین پر رکھ دیتا ہے۔

خاتمہ نماز پر بیٹھ کر بالعموم تین دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ التحيات، درود شریف اور استغفار۔ ان تینوں دعاؤں میں بندہ تین سب سے بڑے حقوق کو ادا کرتا ہے۔ بندہ پر سب سے بڑا حق اس کے رب کا ہے اس لیے پہلے التحيات میں وہ اس کے حضور میں سلامی اور نیاز کا تحفہ پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام و رحمت بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے انواع و اقسام پر درود و سلام بھیجتا ہے۔

اس کے بعد ماں باپ، قرابت مندوں اور دوسرے دینی بھائیوں بہنوں کے حقوق ہیں چنانچہ آخر میں ان سب کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اور اس کے بعد سلام پر اپنی نماز ختم کرتا ہے۔ یہ نماز کی وہ خصوصیات بیان ہوئی ہیں جن کا ملحوظ ہونا نماز کی صحت اور اس کی افادیت کے

لیے ضروری ہے۔ یہ نماز اگر ایک شخص دن رات میں کم از کم پانچ مرتبہ پڑھتا ہے تو یہ ایک نہایت موثر اور
 اور ناجر ہے اس کو بے حیائی اور برائی سے روکنے کے لیے۔ چنانچہ اسی نبیاد پر قرآن مجید میں فرمایا گیا
 ہے کہ ان الصلوة تنقی عن الفحشاء والمنکر۔ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ روکتی ہے۔
 کا مطلب یہ ہے کہ جو بیس گھنٹوں میں کم از کم پانچ مرتبہ آدمی کی زندگی کے رخ کو صحیح کرنے کے لیے یاد دہانی
 کرتی رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ یاد دہانی نہایت موثر یاد دہانی ہے بشرطیکہ آدمی نماز کو نماز کی طرح
 پڑھے اور نماز جو تذکیر کرتی ہے آدمی اس تذکیر کو قبول کرے۔ اگر وہ نماز کو محض ایک رسم بنا کے
 رکھ دے، اس کے اندر اٹھنا بیٹھنا محض ضابطہ کی خانہ پری رہ جائے اور اس کی دعائیں بے سمجھے
 بوجھے منتر کی طرح پڑھی جانے لگیں تو پھر نماز ایک بالکل بے معنی اور بے مقصد چیز بن کے رہ جائیگی۔
 نماز کی آفات | اوپر کی تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہے کہ تذکرہ نفس کے نقطہ نظر
 سے نماز کی کیا اہمیت ہے اور وہ کون سی نماز ہے جو آدمی کو درست رکھتی ہے۔ لیکن یہ بحث نامکمل
 رہے گی اگر ہم یہ نہ بتائیں کہ نماز کی وہ بیماریاں کیا ہیں جو اس کو بالکل بے مقصد اور بے معنی بنا کے رکھ
 دیتی ہیں اور ان بیماریوں کا علاج کیا ہے؟ اب ہم ایک مناسب ترتیب کے ساتھ نماز کی چند معروف
 بیماریوں کا ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے علم کی حد تک ان کے علاج بھی بیان کریں گے۔

کسل | نماز کو بر باد کرنے والی سب سے عام آفت کسل اور سستی ہے۔ یہ بیماری جب کسی شخص کو
 لاحق ہو جاتی ہے تو نہ وہ وقت کی پابندی بظہر رکھ سکتا، نہ جماعت کا اہتمام قائم رکھ سکتا اور نہ
 نماز میں حضور قلب کی کیفیت پیدا کر سکتا۔ ایسا شخص اول تو آہستہ آہستہ سرے سے نماز غائب
 ہی کر دیتا ہے، لیکن پڑھتا بھی ہے تو اس طرح کہ اس کی نماز ان تمام اوصاف سے خالی ہونے کے
 سبب سے جو نماز میں اثر پیدا کرتے ہیں بالکل بے جان اور بے روح ہوتی ہے۔ اس کسل کا
 سبب ظاہر میں کسی چیز نہیں ہوتی ہیں کبھی نیند ہوتی ہے کبھی کوئی مشغولیت ہوتی ہے کبھی بعض
 دنیوی دلچسپیاں ہوتی ہیں لیکن اگر معاملہ کی تہ میں اتر کر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ
 اسباب محض ظاہری اسباب ہیں اس کا حقیقی سبب درحقیقت ان علو اہر میں نہیں بلکہ دل کے اندر

ایک کسل تو وہ ہے جو طبیعتِ انسانی کا خاصہ ہے۔ نیند، تکان اور مشقت طلب مشغولیتیں مستعد سے مستعد آدمی کے اندر بھی کچھ نہ کچھ سُستی پیدا کر دیتی ہیں۔ اس سُستی پر ارادہ کی پختواری سنی تربیت سے انسان آسانی سے قابو دیتا ہے لیکن ایک سُستی وہ ہوتی ہے جو نفاق کا نتیجہ ہوتی ہے اس کا علاج مشکل اور دیر طلب ہوتا ہے۔ قرآن نے سورہ نساء میں اس کا ذکر کیا ہے۔ آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:-

”منافق اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں بلکہ اللہ ان کو دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے۔ اور جب یہ نماز کے لیے اُٹھتے ہیں تو سُستی کے ساتھ اُٹھتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔“ (۱۳۲-۱۳۱- نساء)

جہاں تک نفاق کا تعلق ہے اس کا ذکر تو آگے اپنی جگہ پر آئے گا لیکن نماز کے سلسلہ میں عام کسل کو دور کرنے کے لیے چند چیزیں مفید ہیں ان کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ نماز کی دین میں جو اہمیت ہے آدمی اپنے دل میں اس کو اچھی طرح جگائے نماز ایمان کا پہلا مظہر ہے۔ ایمان سے پہلی چیز جو پیدا ہوتی ہے وہ نماز ہے اور پھر نماز سے سارا دین پیدا ہوتا ہے۔ دین جن ستونوں پر قائم ہے ان میں ایمان کے بعد سب سے پہلا ستون یہی ہے۔ اس وجہ سے اگر کوئی شخص اس ستون کو ڈھا دے تو اس نے درحقیقت پورے دین کو ڈھا دیا۔ صحابہ کفر و ایمان کے درمیان نماز ہی کو حدِ فاصل سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں اور عمال کو یہ ہدایت جاری کی تھی کہ تمہاری سب سے بڑی ذمہ داری نماز کا قیام و اہتمام ہے، جو شخص نماز کو ضائع کر دے گا وہ بقیہ دین کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر دے گا۔ دین کا نفع اور سرچشمہ چونکہ نماز ہی ہے اس وجہ سے دین کی حفاظت میں اس کو سب سے زیادہ دخل ہے۔ اسی چیز کے اہتمام سے آدمی اپنے پورے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر اس میں سُست پڑ جائے یا اس کو ضائع کر دے تو پھر وہ دین کی ساری حدیں توڑ کے رہتا ہے اور اپنی باگ شہوات کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اہل کتاب کے متعلق قرآن مجید میں

فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور شہوات میں پڑ گئے۔

اسی ذیل میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ دین میں ہر چیز کا ایک مقام ہے اور یہ مقام خود اللہ تعالیٰ نے اس کا مقرر کیا ہے۔ جو چیز ستون دین کی حیثیت رکھتی ہے وہ بہر حال ستون دین ہے۔ جب تک اس کو قائم نہ کیا جائے دین کو قائم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص نماز کو قائم نہ کرے اور بزعم خویش سات دن اسلام کی خدمت میں لگا رہے تو اقامت دین کے نقطہ نظر سے اس کی ساری کوشش لا حاصل رہے گی کیونکہ وہ ایک عمارت بغیر بنیاد کے بنا رہا ہے۔ جس طرح ایک عمارت میں بنیاد کا بدل کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی اسی طرح دین میں نماز کا بدل کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی۔ اسی حقیقت کو حدیث میں یوں سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے نوافل کو اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک وہ فرائض نہ ادا کرے۔

دوسری چیز جو اس کسل کو توڑنے کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو سعی الی ذکر اللہ کا عادی بنائے۔ سعی الی ذکر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اذان کو خدا کی پکار سمجھے اور جوں ہی کانوں میں اذان کی آواز پڑے سارے کام چھوڑ کر نماز کے اہتمام اور مسجد جانے کی تیاریوں میں لگ جائے۔ اس اہتمام اور تیاری کا انداز کسل مندانہ نہ ہو، بلکہ ایک مستعد اور چاق چوبند آدمی کا ہو۔ جس طرح ایک فرماں بردار غلام آقا کے حکم کے لیے گوش بر آواز دیتا ہے اور اس کی پکار سنتے ہی دوسرے سارے دھندے چھوڑ چھاڑ کر تعمیل حکم کے لیے حاضر ہو جاتا ہے اسی طرح آدمی کو چاہیے کہ اذان کی آواز سنتے ہی نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔ یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ نماز کے وقت سب سے زیادہ ضروری سب پر مقدم اور سب سے اہم فرض اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز ہی ہے۔ اضطراب اور مجبوری کے حالات کے سوا کوئی دوسرا کام خواہ وہ دین ہی کا کام ہو اس پر مقدم نہیں ہو سکتا۔ آدمی اگر کچھ عرصہ اذان کے سنتے ہی دوسرے سارے دھندوں کو چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھ کھڑے

ہونے کی عادت ڈالے تو عجیب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس کی ایک۔۔۔ محبوب عادت بنا دے اور نماز کے معاملہ میں اس کی یہ کسل کی بیماری دُور ہو جائے۔

نیند سے جو کسل پیدا ہوتا ہے اس کا بہترین علاج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہے اور مضمون کے آغاز میں حضرت ابو ہریرہؓ کے واسطہ سے ہم اس کو بیان کرتے ہیں۔ نیند اس وقت تک تو بلاشبہ بہت بھاری چیز ہے جب تک آدمی بستر پر پڑا ایندنا رہے لیکن ایک مرتبہ آدمی ہمت کر کے بستر چھوڑ دے، کچھ اللہ کو یاد کرے، پھر وضو کرے اور نماز پڑھ لے تو درجہ بدرجہ وہ سستی کی بددلی و بد حالی سے نکل کر خوشی و نشاط کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کو سونے کی حسرت نہیں رہ جاتی بلکہ اگر حسرت ہوتی ہے تو اس بات کی ہوتی ہے کہ وہ جاگنے کی یہ لذت و راحت اس سے پہلے کیوں نہ حاصل کر سکا۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ آدمی نماز کے لیے اپنی نیند قربان کر کے کبھی پچھتائے گا نہیں۔ کھڑے ہی عرصہ کی مشق کے بعد جاگنے کی بعد کی لذت کی یاد طبیعت پر اس قدر غالب ہو جاتی ہے کہ وہ گہری سے گہری نیند سے بھی آدمی کو اٹھا کھڑتی ہے۔

وسوسہ | نماز کی دوسری عام آفت وسوسہ ہے۔ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہی آدمی کے ذہن پر وسوسوں اور پرانندہ خیالات کا اس طرح ہجوم ہوتا ہے جس طرح برسات کی بھگی ہوئی آتوں میں کسی لمبے پر تنگیوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ جو بات کبھی بھی یاد آنے والی نہ ہو وہ بھی نماز میں یاد آجائیگی اور پھر اسی ایک بات سے سینکڑوں باتیں پیدا ہو جائیں گی۔ بعض لوگ اس صورت حال سے بہت بد دل اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ خاص ان کے اپنے دل کی خرابی ہے کہ اس طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے ہیں ورنہ نماز میں یہ بات نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ جہاں تک نماز میں وسوسہ پیدا ہونے کا تعلق ہے اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی نماز سے جتنی ہی محبت ہے شیطان کو اس نماز سے اتنی ہی دشمنی ہے اس وجہ سے آدمی جب نماز شروع کرتا ہے تو ابلیس کے کارندے اور ایجنٹ

دوسرے اندازی کے لیے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں کہ اگر اس کو نماز سے روک نہ سکے تو کم از کم دوسرے ہی پیدا کر کے اس میں کچھ خلل ڈال دیں۔ اگر بندہ شیطان کی اس دوسرے اندازی کے آگے سپر انداز نہ ہو جائے بلکہ اس خطرہ کو بھانپ کر اس کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہو جائے تو یہ نماز کی راہ میں اس کا ایک بہادری ہوتا ہے اور یہ اس کے اخلاص و ایمان کی ایک دلیل ہے۔ شیطان کی اس دوسرے اندازی کا حملہ سب سے زیادہ سخت انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو اس کے مقابل میں قوتِ ایمانی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے شیطان کو کچھ زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی جو ان دوسروں ہی کو غذائے روحانی سمجھتے ہیں۔ اور اگر شیطان ایک دوسرے پیدا کرتا ہے تو وہ خود اپنے واہمہ کی خلاقی سے اس میں دشمنی کا اور اضافہ کر بیٹے ہیں۔

ان دوسروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے تین باتیں مفید ہیں :-

ایک عام بات تو ہے کہ آدمی جس وقت یہ حالت محسوس کرے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اس آدمی کی طرح اپنی نماز کی حفاظت اور تکمیل کے لیے مستعد ہو جائے جس کو دشمن کے حملہ کی اطلاع ہو چکی ہے اور اس نے یہ عزم کر لیا ہے کہ وہ دشمن کے علی الرغم اپنی نماز پوری کر کے رہے گا۔ اور ان دوسرے اندازیوں کی کوئی پروا نہیں کریگا۔ آدمی کی یہ مستعدی ہی بسا اوقات شیطان کے سارے طلسم کو باطل کر دیتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نماز کے کلمات صرف اپنے جی میں نہ پڑھے بلکہ اس طرح پڑھے کہ وہ خود ان کو سن سکے اور ان کے معانی پر دھیان کر سکے۔ البتہ یہ احتیاط ضروری ہے کہ اس سے دوسرے پاس کھڑے ہونے والے کی نماز میں خلل واقع نہ ہو۔ یہ چیز دوسرے کو دُور کرنے میں بہت مددگار ہوتی ہے۔ جب آدمی کا ذہن معانی کے پیچھے لگ جاتا ہے تو دوسروں کی دادیوں میں ٹھکنے سے بہت بڑی حد تک محفوظ ہو جاتا ہے۔

تیسری چیز جو سب سے زیادہ مفید اور کارگر ہے، یہ ہے کہ آدمی اپنی عام زندگی میں اپنے خیالات کو زیادہ سے زیادہ پاکیزہ اور بلند رکھنے کی کوشش کرے۔ وہ ہمیشہ ایسی چیزیں سوچنے

جو اس کے لیے بھی دین و دنیا میں نافع ہوں اور دوسروں کو بھی نفع پہنچانے والی اور نرقی دینے والی ہوں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کے ذہن کی چکی ہمیشہ چلتی رہتی ہے۔ اگر آدمی اس میں صاف ستھرا غلہ ڈالتا رہتا ہے تو وہ اس صاف ستھری غلہ کو پیستی رہتی ہے اور اس سے نہایت عمدہ آٹا برآمد ہوتا رہتا ہے۔ لیکن آدمی ذرا غافل ہو جائے تو شیطان گھات میں بیٹھا رہتا ہے وہ موقع پاتے ہی اپنے ننگے پتھر کی مٹھی بھر کر اس میں جھونک دیتا ہے اور یہ چکی اس کو دلنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ چیز چکی کے نظام کو بالکل مدہم کر دیتی ہے۔ یہ حادثہ اگر بار بار پیش آنے لگے تو چکی اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ اس میں اچھا آٹا تیار کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ عمدہ سے عمدہ گندم بھی اس میں ڈالیے تو بھی آٹا کرکڑا ہی نکلے گا۔

جو آدمی اپنے ذہن میں اچھے خیالات کی پرورش کا عادی ہو جاتا ہے نماز میں اس کو دوسو سے کم لاقح ہونے میں کیونکہ وہ جس طرح کے خیالات سے مانوس ہوتا ہے اسی طرح کی روحانی غذا اس کو نماز میں بھی مل جاتی ہے اور اگر کچھ خیالات پیدا ہوتے بھی ہیں تو وہ ایسے پس منہ نہیں ہوتے کہ نماز کے بلند مقصد سے بالکل بے جوڑ ہو جائیں۔ حضرت عمرؓ جیسے صاحبِ حُجُود و شہود کی نماز میں بھی کبھی خارجی خیالات خلل انداز ہو ہی جاتے تھے۔ کبھی کبھی عین حالتِ نماز میں ان کا ذہن ابراہیم شام میں لڑنے والی فوجوں کی ترتیب میں مشغول ہو جاتا تھا۔ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ بھی تو ایک قسم کا کھو جانا ہی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا کھو جانا ہی ہے۔ لیکن بڑا فرق ہے اس کھو جانے میں جو کسی غیر کی نگرانی میں ہو اور اس کھو جانے میں جو اسی کے کوچہ میں ہو جس کے در کی تلاش ہے۔

اس دوسوہ ہی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں کو نہ اپنی طہارت پر اعتماد ہوتا، نہ وضو پر، اور نہ نماز پر۔ وضو کے لیے بیچیں گے تو ہاتھ دھوئے ہی پر لوٹے کے لوٹے پانی کے بہاویں گے لیکن ان کا اطمینان نہیں ہوگا کہ ہاتھ دھو یا گیا۔ نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو بار بار نیت۔ باندھیں گے اور توڑیں گے لیکن ان کی نیت ہے کہ کسی طرح بندھنے ہی میں نہیں آتی۔

یہ ایک سخت قسم کی ذہنی بیماری ہے جس کا علاج یہ ہے کہ آدمی اس کو بیماری سمجھے اور اپنی طبیعت کی اصلاح کی فکر کرے۔ بعض لوگوں کو یہ بیماری شک کے راستہ سے لاحق ہوتی ہے۔ ان کو اپنا ہر کام مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اسلامی شریعت کا یہ اصول اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہیے کہ دین کے معاملات میں گمان غالب کافی ہے۔ اگر ایک کام کے متعلق بیمار گمان یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہو گیا تو انشاء اللہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس سے زیادہ اس کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

بعض لوگوں کو یہ بیماری احتیاط اور تقویٰ میں غلو کے سبب سے لاحق ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اسلامی شریعت کے مزاج سے واقف کرنا چاہیے کہ یہ شریعت سہل ہے اور اللہ اور رسول کو یہ بات پسند ہے کہ بندہ تشدد پسندی سے بچے اور اپنے لیے معتدل راہ کا انتخاب کرے جو شخص اپنی تشدد پسندی کی وجہ سے دین سے دھینکا مشتی شروع کر دیتا ہے بالآخر وہ شکست کھا جاتا ہے مدعا سے بے خبری | تیسری آفت مدعا سے بے خبری ہے۔ اس زمانہ میں عوام کا بہت بڑا طبقہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سرے سے جانتے ہی نہیں کہ وہ نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں اس میں کس بات کا اقرار اور کس بات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ نماز کے الفاظ کو منتروں کی طرح پڑھتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ خواہ ہم ان کے معنی مطلب سمجھیں یا نہ سمجھیں یہ منتر کارگر ہوئے رہیں گے۔ ان کے نزدیک سارا جادو بس ان الفاظ میں ہے، اگر الفاظ اُلٹے سیدھے زبان سے ادا ہوئے تو تیر نشانہ پر لگ گیا۔

دوسرے بہت سارے لوگ ہیں جو ان الفاظ کے معنی سے تو بے خبر نہیں ہیں لیکن یا تو غفلت کے سبب سے دھیان نہیں کرتے یا دھیان کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔ یہ جس طرح قرآن کی تلاوت محض بطور تبرک کرتے ہیں، اسی طرح نماز میں اس کی دعائیں بطور تبرک پڑھ لیتے ہیں۔

یہ صورت حال خواہ جہالت کے سبب سے ہو یا غفلت اور غلط فہمی کے سبب سے، نماز کو بالکل بے اثر اور بے مقصد بنانے کے رکھ دیتی ہے۔ کم از کم تزکیہ نفس کے نصب العین کو تو اس نماز سے مشکل ہی سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اس خرابی کی ذمہ داری ہے کہ جو لوگ عربی زبان سے ناواقف

ہیں وہ کم از کم ان سورتوں اور دعاؤں کے معنی مطلب تو ضرور سیکھیں جو عموماً نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ کام تھوڑی سی محنت اور بہت معمولی اہتمام سے ہر شخص کر سکتا ہے جو لوگ اتنا بھی نہیں کر سکتے نہ وہ نماز کی اہمیت سے واقف ہیں نہ دین کی اہمیت سے۔

رہے وہ لوگ جو عربی زبان سے واقف ہیں یا کم از کم نماز کی دعاؤں کے حد تک واقف ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز میں جو کچھ سنیں یا پڑھیں اس کے لفظ لفظ کے معنی پر دھیان کریں آدمی کا ذہن اگر کسی چیز پر چھنے اور غور کرنے کا عادی نہ ہو تو شروع شروع میں وہ اس میں مشقت اور اجنبیت محسوس کرتا ہے لیکن یہ محض عادت کی خرابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذہن کو سوچنے اور سمجھنے کے لیے بنایا ہے، ہرزہ گردی کے لیے نہیں بنایا ہے۔ اس وجہ سے اگر وہ اس ماہ پر لگایا جائے تو تھوڑی سی محنت سے لگ جاتا ہے اور جب لگ جاتا ہے تو پھر اس سے الگ ہو کر وہ زندگی میں کوئی لذت ہی محسوس نہیں کرتا۔

یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جب ایک ہی طرح کی دعائیں اور سورتیں ہر نماز میں پڑھی جاتی ہیں اور وہ معلوم ہیں تو ان پر بروہز اور ہر وقت غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک مرتبہ جب اس کو سمجھ لیا تو یہ کافی ہے۔ جو لوگ یہ بات کہتے ہیں وہ نماز کی اور نماز کی دعاؤں کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ نماز معلومات کے اضافہ کے لیے نہیں پڑھی جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کی تجدید اس سے رہنمائی اور استعانت کی طلب اور توبہ و استغفار کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ یہ مقصد آخر بے سمجھے بوجھ الفاظ و ہراوینے سے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے جبکہ آدمی کا ذہن اور دماغ حاضر نہ ہو۔ پھر یہ گمان بھی صحیح نہیں ہے کہ نماز میں ایک ہی طرح کی چیزوں کا بار بار اعادہ ہے۔ نماز میں نئے نئے انکشافات بھی ہیں اور ان انکشافات کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے لیکن یہ انکشافات تہجد کی نماز میں ہوتے ہیں بشرطیکہ آدمی تہجد اس کے شرائط کے ساتھ ادا کرے اور اس کو قرآن مجید یاد ہو۔

چوری | نماز میں ایک عادی چوری کا بھی پیش آیا کرتا ہے۔ یہ چوری شیطان نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات

نماز پڑھنے والا خود کرتا ہے۔ اور کہیں باہر جا کر نہیں کرتا بلکہ خود اپنی نماز کے اندر کرتا ہے۔ آپ منجیب ہوں گے کہ وہ کس طرح؟ وہ اس طرح کہ بعض لوگ وضو اور نماز میں اتنی جلد بازی کرتے ہیں کہ وہ ان کے کسی رکن کا بھی حق ادا نہیں کر پاتے۔ ہاتھ دھوئیں گے تو کھنٹیاں چھوڑ جائیں گے۔ پاؤں دھوئیں گے تو ایڑیاں خشک رہ جائیں گی۔ نماز میں کھڑے ہوں گے تو اس طرح کہ ابھی برابر کھڑے بھی نہیں ہوئے کہ رکوع کے لیے جھک پڑے۔ رکوع میں گئے تو سر ابھی کمر کے برابر ہوا بھی نہیں کہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ رکوع سے اٹھ کر ابھی کمر سیدھی بھی نہیں ہوئی کہ سجدہ میں چلے گئے۔ سجدہ کی شان یہ ہوگی کہ پیشانی ابھی زمین پر جمی بھی نہیں کہ سر اٹھا لیا اور گردن ابھی سیدھی بھی نہ ہونے پائی کہ دوسرے سجدے کے لیے جھک گئے۔ تعدہ میں بیٹھیں گے تو معلوم ہوگا کہ جلتے تیرے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ غرض وہ اپنی نماز کے ہر حصہ میں سے کچھ نہ کچھ دبا بیٹھے۔

اس بیماری کے عمومی دو سبب ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض لوگ فطری طور پر جلد باز ہوتے ہیں۔ وہ ہر کام کو جلدی جلدی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور تربیت سے محروم ہونے کے باعث یہی طریقہ وہ نماز میں بھی اختیار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یہ بتانا چاہیے کہ نماز کے ہر کام میں وقار اور منانت شرط ہے۔ اس کے بغیر نماز بالکل بے برکت ہو جاتی ہے۔ عام طور پر بچپن میں جو غلط عادت پڑ جاتی ہے وہ آخر تک قائم رہتی ہے اس وجہ سے بچوں کی ابتدائی تربیت ہی میں اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ نہ تو وہ زندگی کے عام معاملات میں جلد باز ہوں اور نہ نماز میں۔ خصوصاً نماز میں جلد بازی کی خرابیاں اچھی طرح ان کے ذہن نشین کی جائیں۔

اس کا دوسرا سبب دل کی خرابی ہے۔ بعض لوگ مارے باندھے مسجد میں آتے ہیں۔ ان کے لیے مسجد ایک قید خانہ ہوتی ہے وہ آتے ہی یہ چاہتے ہیں کہ کب اس جیل سے چھوٹیں اور اپنے فراق کی دھیمپیوں میں منہمک ہوں۔ اس بدذوقی کی وجہ سے نماز ان کے لیے ایک مصیبت بن جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کا علاج مشکل اور دیر طلب ہوتا ہے۔ جب تک ان کے ذہن تبدیل نہ ہوں۔ جب تک یہ دین کی اہمیت اور دین کے اندر نماز کے مرتبہ اور مقام کے قائل نہ بنیں اس وقت تک محض

تعدیل ارکان کی تاکید سے ان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا۔ نماز پیا ہوتی ہے ایمان سے۔ اگر کوئی شخص ایمان کی لذت ہی سے آشنانہ ہو تو وہ اس نماز کے لیے بھلا کیا انتہام کہے گا جو اس نے محض اوپر سے چپکا لی ہو یا اس کے اوپر چپکا دی گئی ہو۔

ریا | نماز کی سبکے زیادہ عام اور سبکے زیادہ خطرناک فتیلہ ہے۔ عام اس وجہ سے کہ اس کی اتنی مخفی قسمیں ہیں کہ محتاط سے محتاط آدمی بھی بعض اوقات اس کی بعض قسموں کے خملہ سے اپنی نماز کو بچا نہیں سکتا۔ اور خطرناک اس وجہ سے کہ نماز کے لیے اخلاص شرط ہے اور ریا اخلاص کے متنافی ہے۔ ان دو باتوں کے سبب سے جو شخص اپنی نماز کو ریا سے پاک رکھنا چاہے اس کو مسلسل ریاضت کرنی پڑتی ہے۔ میرے نزدیک اس بیماری کے علاج کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں۔

ایک یہ کہ آدمی ریا کی مختلف شکلوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ امام غزالی کی احیاء العلوم اور اسی طرح کی بعض دوسری کتابوں کا مطالعہ ریا کی اقسام سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے نہایت مفید ہے۔ ایک چیز سے اچھی طرح واقف ہونے کے بعد ہی یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ آدمی اس کو پکڑ سکے اور اگر چاہے تو اس کی اصلاح کر سکے۔ یہ واقفیت عام لوگوں کے لیے جس قدر ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ ضروری علمائے دین اور اہل تقویٰ کے لیے ہے۔ کیونکہ ریا دنیا داری کے بھیس میں کم آتی ہے۔ یہ دینداری کے جامہ میں زیادہ آتی ہے اور ایسی ایسی پر فریب شکلوں میں آتی ہے کہ بڑے بڑے عالمان دین اور بڑے بڑے مشائخ وقت اس کے چلکے میں آ جاتے ہیں اور اس کے پیچھے بسا اوقات اپنے زہد و ریاضت کی زندگی بھر کی پونجی گنوا بیٹھتے ہیں۔

دوسری چیز جو اس کے لیے مفید ہے وہ تہجد کی نماز ہے۔ یہ نماز شب کی تنہائی میں پڑھی جاتی ہے اور نفس کے لیے نہایت سخت ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی بھی تاکید ہے اس وجہ سے جو لوگ محض دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں وہ اس کی ہمت نہیں کر سکتے۔ اس کی ہمت وہی لوگ کر سکتے ہیں جو باتو بے ریا ہوں یا ریا کے فتنوں سے واقف ہوں اور اس سے اپنے آپ کو بچانے ہی کے لیے تہجد کے گوشہ خلوت میں آکے چھپے ہوں۔ یہ نماز ریا کا سب سے زیادہ مفید علاج ہے بشہ حلیہ

آدمی اس کی رانداری کو قائم رکھ سکے بعض لوگ اس سلسلہ میں بھی ریا میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ یا تو خود مختلف پردوں میں اپنی شب بیداری اور تہجد خوانی کا اشتہار دیتے ہیں یا ان کے شاگرد اور مرید حضرات یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ نماز اس مقصد کے لیے نہ صرف یہ کہ کچھ مفید نہیں رہ جاتی بلکہ کچھ مزید ریا پرور بن جاتی ہے۔

نماز کے فتنوں میں سے یہ چند بڑے بڑے فتنے بیان ہوئے ہیں۔ اگر آدمی ان سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے تو دوسرے فتنوں پر قابو پانے کی صلاحیت بھی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی نماز فی الواقع اس کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کی طمانیت اور روح کا سرور بن جاتی ہے۔